غلبۂ اسلام کا طریقۂ کار: نفاذ اور نفوذ کے مناہج کا تجزیاتی مطالعہ

Triumph of Islam: A critical evaluation of the methods of infliction and penetration

ڈاکٹر محمد شہباز منج *

Abstract

A vast range of present day Muslims have a longing of triumph, implementation and penetration of Islam. For striving to achieve this ideal they have two major notions. First is to inflict Islam and its teachings by force and power; while the second is to Islamize the society through preaching, arguing, reasoning and moral uplifting of the organs of society in the light of Islamic teachings. This paper discusses these thoughts in the light of Qur'ān, Sunnah and Sīrah of Prophet Muhammad (S.A.W). Its findings support the second notion, rejecting the first and demonstrating it against Islamic teachings. According to the investigation, basic principles of preaching and flourishing of Islam, qualities of a preacher, injunctions about preaching, jihad and socio-political efforts, on behalf of Qur'ān, Sunnah and Sīrah, prove that the right, legal and beneficial method for Islam and Muslims is of preaching and moral renovation of the society.

Keywords: Implementation of Islam, various interpretations, enforcement by power, penetration through preaching, moral uplifting of the society

عصرِ حاضر میں اہلِ اسلام کے ایک وسیع حلقے میں نفاذِ اسلام یا سوسائٹی کو اسلامی اصول و احکام کے مطابق ڈھالنے کی تمنا پائی جاتی ہے۔اس تمنا کی تکمیل کے حوالے سے ان مسلمانوں میں بنیادی اور عمومی طور پر دو مختلف نقطہ ہائے نظر مشاہدے میں آتے ہیں۔ایک گروہ کا خیال ہے کہ دین اسلام کو بہ زورِ بازو نافذ کرنا چاہیے؛ اسلام دنیا میں غالب ہونے کے لیے آیا ہے؛ مسلمانوں کی ذمے داری ہے کہ وہ اس کے بول بالے کے لیے جہاد و قتال جاری رکھیں۔دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ دلائل کے ذریعے لوگوں کو قائل کیا جائے؛ ان کی اصلاح کی جائے؛ ان میں اخلاقی بہتری کے ذریعے انھیں اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں پر لایا جائے اور یوں پوری دنیا میں دین اسلام کا بول بالا ہو جائے۔دونوں آرا کے ضمن میں اسلام کے موقف کی صحیح تفہیم کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ دین کی سوسائٹی میں ترویج کے لیے پیغمبرِ اسلام ﷺ کا کیا منہج رہا؟ اور کتاب و سنت سے اس ضمن میں کیا رہنمائی ملتی ہے؟ ان سطور میں اسی منہج اور رہنمائی سے متعلق تفصیل پیش کی جارہی ہے۔

شریعتِ محمدیہ ﷺ اور اسوۂ رسول اکرم ﷺ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ترویج و اشاعت اسلام کے لیے حکمت و موعظت، اور افرادِ معاشرہ کی اخلاقی اصلاح کی طرف توجہ مبذول کی۔جنگ و قتال کی ضرورت اس وقت پیش آئی، جب مخالفین نے آپ ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کو اپنے دین پر عقیدہ رکھنے اور اسے لوگوں کے سامنے پر امن طریقے سے پیش کرنے سے جبراً روکنے کی کوشش کی؛ ان پر جنگ مسلط کی۔جنگ و قتال کے ذریعے نفاذِ اسلام کے حامی جہاد اور اس سے متعلق اسلامی احکام کو بہ طورِ دلیل پیش کرتے ہیں؛ حالاں کہ ذرا سے غور و فکر سے بھی یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جہاد سے متعلق اصول و احکام

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونی ورسٹی آف سرگودھا۔

بھی اپنے اندر نفاذِ اسلام کے لیے دعوت و تبلیغ اور محنت ہی کا مفہوم رکھتے ہیں۔ جنگ و قتال جہاد کی ایک قسم ہے؛ واحد صورت نہیں۔ بہ الفاظِ دیگر جہاد کا اسلامی تصور بھی ترویج اسلام کے لیے دعوت و تبلیغ اور محنت و کوشش کی ترغیب دیتا ہے۔ جنگ و قتال کے مفہوم میں جہاد اس وقت ہے، جب پر امن ذرائع سے اسلام پر عمل اور اس کی اشاعت کی راہ میں رکاوٹ ہو۔ مختصر یہ کہ آپ ﷺ کا پسندیدہ اور صائب طریقۂ ترویج و اشاعتِ دین بہترین انداز سے دعوت دینا اور لوگوں کو اسلام کی برکات سے آگاہ کرنا اور اس کے عملی نمونے پیش کرنا ہے؛ یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے پورا معاشرہ اور بالآخر پوری دنیا اسلامی ہو کر دین اسلام کی رحمتوں سے متمتع ہو سکتی ہے۔ یہ حقیقت ترویج اسلام کے اسلامی اصولوں اور سیرت طیبہ کی عملی مثالوں اور اقامتِ دین کے اسلامی فلسفے کے تجزیاتی مطالعے سے واضح ہو جائے گی؛ جو درج ذیل ہیں:

دعوت و ترویجِ دین کے بنیادی اسلامی ضوابط اور منہجِ دعوت و اصلاح:

قرآن کریم، حدیث نبوی اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں دعوت و ترویجِ دین کے جو بنیادی ضوابط سامنے آتے ہیں، وہ متذکرہ صدر مواقف میں سے ثانی الذکر موقف یعنی منہجِ دعوت و اصلاح ہی کی موید ہیں۔ یہ ضوابط اور ان سے متعلق ضروری وضاحت حسبِ ذیل ہے:

حکمت، بہترین نصیحت اور عمدہ مباحثہ:

ارشاد باری تعالیٰ:

" اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ "[1]

"اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ حکمت، بہترین نصیحت اور عمدہ مباحثے کے ذریعے"

اس میں واضح فرمایا گیا ہے کہ تبلیغ کے لیے حکمت، بہترین نصیحت اور عمدہ مباحثے کے اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ مبلغ کو حکمت و تدبر سے کام لیتے ہوئے یہ دیکھنا چاہیے کہ کس موقع پر، کن لوگوں کو کس انداز سے تبلیغ کی جائے کہ وہ آسانی سے قبول کرلیں۔ بلاحکمت، موقع بے موقع اور لوگوں کے مزاج کا خیال رکھے بغیر کی جانے والی تبلیغ نہ صرف یہ کہ کوئی فائدہ نہیں دیتی بلکہ بعض اوقات الٹا نقصان کا باعث بن جاتی ہے۔ پھر تبلیغ ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے سے کرنی چاہیے۔ مبلغ کا انداز نہایت دھیما، نرم، دلنشیں اور خوبصورت ہو، تا کہ مخاطب کو محسوس ہو کہ اس کی بات ماننے ہی میں اس کی بھلائی ہے۔ پھر اگر کہیں بحث و مباحثہ کی ضرورت پڑ جائے تو اپنی بڑائی و برتری قائم کرنے کی بجائے عقل کو اپیل کرنے والے دلائل نہایت مہذب انداز سے دیئے جائیں، اور ہر قسم کی ضد اور ہٹ دھرمی سے بچا جائے۔

سخت خوئی سے احتراز:

لڑ بھڑ کر دعوت و ترویج تو ایک طرف اسلام دعوت کے حوالے سے سخت خوئی کی بھی ممانعت کرتا ہے۔ سخت انداز میں کی گئی بات دوسرے میں ضد اور ہٹ دھرمی کا سبب بنتی ہے، جبکہ نرم بات دوسروں کی توجہ حاصل کرنے میں بہت ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا اسلام ہدایت کرتا ہے کہ داعی کو نرمی اختیار کرنی اور سخت خوئی سے احتراز کرنا چاہیے۔ قرآن حکیم کے مطابق حضور ﷺ کی طرف لوگوں کے کھنچے چلے آنے کی ایک اہم وجہ آپ کی نرمیِ گفتار تھی۔ ارشاد ہے:

''فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ''[2]

''آپ اللہ کی رحمت سے ان کے لیے بہت نرم ہیں، اگر آپ درشت خو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔''

دعوت کے لیے نرمیِ گفتار کی اہمیت کااندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتاہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو ارشاد فرمایا:

''فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى''[3]

"اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا ،شاید وہ نصیحت قبول کرے یا اللہ سے ڈرے۔"

تدریج :

دعوت و تبلیغ میں تدریج کے اصول کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔نئے لوگوں کے سامنے دین کے احکام یکبارگی پیش کرنا اور ان سے ان سب پر فوراً عمل پیرا ہونے کا مطالبہ کرنا حکمتِ تبلیغ کے خلاف ہے۔ آں حضور ﷺ نے خود بھی تدریجاً احکام خداوندی نافذ فرمائے اور اپنے صحابہ کو بھی یہی تلقین فرمائی۔ آپ ﷺ نے واضح فرمایاکہ جن لوگوں کے سامنے پہلی دفعہ دعوتِ اسلام پیش کی جائے ان کو پہلے توحید و رسالت پر قائل کیا جائے؛ جب وہ اس کو تسلیم کر لیں تو انھیں نماز کا حکم دیا جائے؛ جب نماز ادا کرنے لگیں تو روزہ اور حج وغیرہ احکام بتائیں جائیں۔اسلام نے عرب سوسائٹی کو تدریج ہی کے اصول کے تحت شراب وغیرہ ایسی برائیوں سے پاک و صاف کیا۔

مشترکات کی دعوت:

دعوت و تبلیغ کا ایک نہایت اہم اصول یہ ہے کہ غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام دیتے وقت پہلے ان چیزوں کی دعوت دی جائے جو ان میں اور اہلِ اسلام میں یکساں ہیں۔جب مخاطب کو معلوم ہو کہ اس کے اور مبلغ کے مذہب میں بہت سی باتیں ایک جیسی ہیں تو وہ مبلغ کی بات کو زیادہ توجہ سے سنتا اور اثر قبول کرتا ہے۔قرآن حکیم میں ہے:

'' تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ''[4]

''آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب بنائے۔''

بشارت وخوش خبری:

دعوتِ اسلام کے مخاطب کو خوش خبری دینا چاہیے۔اس کے سامنے اللہ کی رحمتوں اور عنایات کا تذکرہ کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ کی ہدایت ہے:

''يَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا، وَلاَ تُنَفِّرُوا''[5]

''آسانی پیدا کرو، تنگی پیدا نہ کرو؛خوش خبری دو، نفرت نہ دلاو۔''

زور زبردستی سے احتراز:

تبلیغ میں زور زبردستی خلافِ اسلام ہے۔مبلغ کا کام صرف دعوت کو دلائل کے ساتھ اور بہترین انداز سے مخاطب تک پہنچا دینا ہے، منوانا نہیں۔ارشادِ الٰہی ہے:

''فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ''[6]

''پس نصیحت کیجیے، آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں، ان پر داروغہ نہیں''

ایک دوسری جگہ فرمایا:

'' وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ''[7]

'کہدیجیے! حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

''فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهتَدَوْا وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ''[8]

''پھر اگر وہ اسلام لے آئیں تو انھوں نے ہدایت پائی اور اگر وہ اعراض کریں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔"

رواداری:

انسانوں کو جس سے محبت و عقیدت ہوتی ہے اس کے خلاف سخت الفاظ سننا پسند نہیں کرتے، لہٰذا داعی کو چاہیے کہ وہ اپنے مخاطبین کے معبودوں اور محترم شخصیات کے خلاف، جن سے وہ عقیدت و محبت رکھتے ہوں، سخت زبان کا استعمال نہ کرے، بلکہ اپنی بات کو مثبت انداز سے پیش کرے۔ارشاد خداوندی ہے:

''وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ'' [9]

''جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں انھیں گالی مت دو ورنہ وہ نادانی میں اللہ کو گالی دیں گے۔''

صبر و استقامت:

راہِ حق میں بہت دفعہ سخت مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔اگر صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو تبلیغ کے مشن میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔آں حضور ﷺ کو راہِ حق میں ایسی ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ ان کا ذکر بھی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے، مگر آپ ﷺ نے کمال صبر و استقامت سے کام لیتے ہوئے تمام مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا؛ تبلیغ اسلام کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ قرآن و حدیث میں جگہ جگہ صبر و استقلال کی تاکید آئی ہے۔مثلاً فرمایا:

'' وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ''[10]

''اور جو مصیبت تمھیں پہنچے، اس پر صبر کیجیے۔''

حضور ﷺ کا فرمان ہے:

'' وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ''[11]

''اور جان لو کہ اللہ کی مدد اور فتح صبر سے نصیب ہوتی ہے۔''

عفو و درگزر:

دعوت و تبلیغ کا ایک نہایت اہم اصول یہ ہے کہ مخاطبین سے عفو و درگزر کا رویہ اپنایا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ'' [12]

''اے نبی ﷺ) عفو و درگزر سے کام لیجیے۔ نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کش رہیے۔''

آنحضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ عفو و درگزر کی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اہلِ مکہ کو یہ کہہ کر عام معافی دے دی کہ آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ آپ کے بے نظیر عفو و درگزر کا نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے بڑے ظالم اور دشمن آپ ﷺ کے قدموں میں آ گرے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب انسان دوسروں کی زیادتیوں اور خطاؤں سے درگزر کرتا ہے، تو وہ اس کے اخلاق سے متاثر ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کی دعوت قبول کر لیتے ہیں۔

تالیفِ قلب:

تالیفِ قلب سے مراد دلوں کو مائل کرنا اور ملانا ہے۔ اسلامی تناظر میں اس سے مراد ان لوگوں کی مالی مدد کرنا ہے، جنھیں اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔ آں حضور ﷺ نے اس اصول کے ذریعے بہت سے لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل فرمایا۔ صفوان بن امیہ، جو فتح مکہ کے موقع مجبوراً اسلام لایا تھا، کو حضور ﷺ نے اتنا عطا فرمایا کہ وہ کہہ اٹھا کہ اس عطا کے بعد حضور ﷺ میرے لیے مبغوض ترین شخص سے یک لخت محبوب ترین شخص بن گئے۔ زکوٰۃ کے مصارف میں ایک مصرف مؤلفۃ القلوب ہے۔ چناں چہ لوگوں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے زکوٰۃ کی رقم سے ان کی مالی مدد کی جانی چاہیے۔

داعی کے اوصاف و خصائل اور منہجِ دعوت و اصلاح:

شریعتِ اسلامیہ اور اسوۂ رسول سے ایک داعی کے جو اوصاف و خصائل سامنے آتے ہیں، ان سے بھی دعوت و اصلاحِ افراد و معاشرہ کا منہج ہی قرین حق و ثواب ثابت ہوتا ہے۔ ذیل کی سطور سے یہ حقیقت نمایاں ہو گی:

عملی نمونہ:

داعی کو ہدایت ہے کہ وہ جس چیز کی دوسروں کو تلقین کر رہا ہے، پہلے خود اس پر عمل کرے۔ انبیاے کرام علیہم السلام اور ان کے مخلص پیروکاروں نے اپنے عمل سے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا۔ بے عمل مبلغ کی دعوت سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ ارشاد خداوندی ہے:

'' اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ''[13]

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو؟"

اخلاص و خیر خواہی :

مبلغ کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ انسانوں کا خیر خواہ اور دل و جان سے ان کی ہدایت کا خواہش مند ہو۔ حضور ﷺ کی اپنے مخاطبین کی ہدایت کے لیے تڑپ کا عالم یہ تھا کہ قرآن حکیم نے کہا:

"فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا"[14]

"اے نبی ﷺ) شاید تم ان کے پیچھے، اس رنج و غم کے مارے کہ وہ ایمان نہیں لاتے، اپنی جان ہی کھو دینے والے ہو"

عجز و انکسار:

داعی و مبلغ کا ایک وصف عجز و انکسار ہے۔ جو آدمی دوسروں کو کم تر اور خود کو اعلیٰ اور بڑا سمجھے، وہ لوگوں کو دلوں میں اپنے لیے محبت و احترام کے جذبات پیدا نہیں کر سکتا، بلکہ لوگ الٹا اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں،اور جس شخص سے نفرت ہو اس کی دعوت کیسے قبول کی جا سکتی ہے!

علم و بصیرت:

اسلامی تعلیمات کی رو سے دعوت و تبلیغ کا کام بحسن و خوبی وہی شخص سر انجام دے سکتا ہے، جو صاحب علم و بصیرت ہو۔ بے علم و بے بصیرت اور باعلم و بابصیرت کا کچھ مقابلہ ہی نہیں:

"قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لاَ یَعْلَمُوْنَ"[15]

"کہیے! کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟"

تبلیغ و دعوت کے لیے علم و بصیرت کی اہمیت اس آیتِ قرآنی سے بھی واضح ہو رہی ہے:

"قُلْ ھٰذہ سَبِیْلِیْ اَدْعُوْا اِلَی اللہ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ"[16]

"کہیے! یہ ہے میرا راستہ! میں اور میرے پیروکار بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔"

مخاطب کی نفسیات سے آگاہی:

اسلام کے نقطۂ نظر سے داعی کو معلوم ہونا چاہیے کہ کس شخص سے کب اور کیسے گفتگو کرنی ہے؟ اسے لوگوں کی ذہنی سطح، کلچر، دلچسپیوں، خواہشات اور ماحول کو مد نظر رکھتے ہوئے دعوت پیش کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ سے مختلف افراد اور قبائل کو دعوت کے مختلف انداز سامنے آتے ہیں، جو اس حقیقت کے غماض ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ لوگوں کی نفسیات کو سامنے رکھ کر دعوتِ دین پیش فرمائی۔ آپ ﷺ کی دعوت کا تجزیہ کریں تو معلوم ہو گا کہ آپ ﷺ نے جس شخص کو جس موقع پر جس انداز سے ہدایت فرمائی، وہی بہترین طریقہ تھا۔

بے غرضی:

اسلام تعلیم دیتا ہے کہ مبلغ خود غرضی اور لالچ سے پاک ہو۔ اس کی دعوت صرف اور صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہونی چاہیے۔ اللہ کے نبی اپنی قوم سے یہی کہا کرتے کہ:

''وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''[17]

''میں اس پر تم سے کسی اجر کا طلب گار نہیں، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے۔''

فصاحت و بلاغت:

دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں میں فصاحت و بلاغت بہت مدد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔ بات خوبصورت انداز میں کی جائے اور اس میں کسی طرح کا خلجان اورالجھاؤ نہ ہو تو مخاطب اس سے متاثر ہوتا اور اسے قبول کر لیتا ہے۔ حضور ﷺ کی دعوت کی اشاعت میں آپ کی فصاحت و بلاغت کو بھی بہت دخل حاصل تھا۔ آپ ﷺ اس قدر فصیح و بلیغ تھے کہ افصح العرب یعنی عربوں میں سب سے زیادہ فصیح کہلائے۔

مستقل مزاجی:

دعوت و تبلیغ کا کام مستقل مزاجی چاہتا ہے۔ کتاب وسنت اور سیرتِ طیبہ کی رو سے مبلغ کو چاہیے کہ وہ راہ حق کی تکالیف اور مصائب سے گھبرا کر دعوت و تبلیغ سے کنارہ کش نہ ہوجائے۔ حضور ﷺ نے دعوتِ حق کے سلسلے میں مستقل مزاجی کا جو نمونہ پیش فرمایا وہ تمام مبلغین کے لیے کامل ترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کو اللہ کی راہ میں کیسی کیسی مصیبت اور آزمائش سے نہ گزرنا پڑا، مگر آپ ﷺ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہ آئی، اور بالآخر اللہ کے کلمہ کو غالب کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔

مخاطب کی زبان میں بات:

ہر انسان کو اپنی مادری زبان سے محبت ہوتی ہے۔ اپنی زبان میں کی گئی بات آدمی کو اچھی لگتی اور اپیل کرتی ہے۔ لہٰذا مبلغ کو چاہیے کہ وہ جن لوگوں کے سامنے دعوت پیش کر رہا ہو، ان کی زبان میں گفتگو کرے۔ آں حضور ﷺ مختلف عرب قبائل کی بولیوں اور لہجوں کا خیال رکھا کرتے اور جس کو دعوت دینا ہوتی اسی کا لہجہ اختیار کر لیتے۔

نصرتِ خداوندی پر یقین:

جو لوگ راہِ خدا میں کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ضرور ان کی مدد فرماتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ''[18]

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے، تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔''

چناں چہ مبلغ کو چاہیے کہ وہ اللہ کی مدد و نصرت پر یقین رکھے۔ آدمی کو اللہ کی مدد کا یقین ہو تو وہ اپنے مشن کے لیے دل لگا کر کام کرتا اور نتیجتاً کامیابی سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔

دعوت و تبلیغ سے متعلق تاکیدی احکام اور منہج دعوت واصلاح:

ترویج واشاعتِ اسلام کی غرض سے شریعتِ اسلامیہ نے دعوت و تبلیغ کے لیے جگہ جگہ اور تاکیدی ہدایات واحکام دیے ہیں۔ یہ ہدایات واحکام بھی اس امر کی نہایت محکم دلیل ہیں کہ اسلام اپنا پیغام بہ زورِ بازو نہیں بلکہ دعوت و تبلیغ کے ذریعے عام کرنے کا قائل ہے۔ دعوت و تبلیغ سے متعلق ان بہت سی ہدایات میں سے چند ملاحظہ کیجیے:

''وَادْعُ اِلٰی رَبِّكَ اِنَّكَ لَعَلٰی هُدًی مُّسْتَقِيْمٍ'' [19]

''اللہ کے راستے کی طرف بلائیے، بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔''

''وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ'' [20]

''اور اس سے بڑھ کر بہترین بات کس کی ہو سکتی ہے، جو اللہ کی طرف پکارے اور نیک عمل کرے اور کہے: میں تو مسلمانوں میں سے ہوں!''

''كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' [21]

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کی گئی ہے، تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔''

''اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ'' [22]

''یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم انھیں زمین میں اقتدار عنایت کریں تو نماز قائم کریں گے، زکوۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔''

''وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ'' [23]

''اور نصیحت کیجیے، بے شک نصیحت ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔''

''فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ'' [24]

''پس قرآن کے ذریعے نصیحت کیجیے، ان لوگوں کو جو میری وعید (عذاب) سے ڈرتے ہیں۔''

''مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ'' [25]

''تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اتنی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسے دل سے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

'' وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنْ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ'' [26]

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے رہو گے، ورنہ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے، پھر تم اس کو پکارو گے مگر تمھاری دعا قبول نہ ہو گی۔''

'' بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰيَةً'' [27]

"مجھ سے سن کر آگے پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی ہو۔"

جہاد اور منہج دعوت و اصلاح:

جیسا کہ شروع میں ذکر ہوا، دینِ اسلام کی اشاعت و ترویج کے حوالے سے جہاد بھی ایک اہم عنصر ہے، لیکن جہاد کا مطلب محض جنگ و قتال نہیں بلکہ اصلاً اس سے مراد اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے انتہائی کوشش و محنت ہے؛ جس کے لیے زبان، تحریر، تقریر، اور دعوت و تبلیغ کے ذریعے دین کا بول بالا کرنے کی جد وجہد، برائی کی روک تھام اور نیکی کی اشاعت کرنا وغیرہ شامل ہیں؛ اس کی انتہائی صورت یہ ہے کہ آدمی ضرورت پڑنے پر اسلام کی راہ روکنے اور اس کی اشاعت اور اس پر عمل میں رکاوٹ بننے والے دشمن سے لڑے اور دینِ اسلام کے لیے اپنی جان تک قربان کر دے۔ جہاد کے دعوت و اصلاح کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہونے کے حوالے سے کتاب و سنت اور اسوۂ رسول ﷺ سے بہت سے شواہد ملتے ہیں؛ چند ایک یہ ہیں:

جانوں اور مالوں سے جہاد:

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر جہاد کے ضمن میں جانوں اور مالوں سے جہاد کا ذکر ہے؛ جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے جہاد صرف دشمن سے جنگ کرنے کا نام نہیں؛ اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنا بھی جہاد ہے۔ نیز یہ کہ جان سے جہاد کے بھی صرف یہی معنی نہیں کہ جنگ میں اپنی جان دی جائے بلکہ اپنے جسم و جان کو اللہ کے دین کی سربلندی کی کوششوں میں لگانا بھی جہاد ہے۔ جانوں اور مالوں سے جہاد کے حوالے سے قرآن میں آیا ہے:

"لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" [28]

"لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا۔ انھی کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد کو پہنچے۔"

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" [29]

"بے شک مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر ڈگمگائے نہیں اور اپنی جانوں اور اموال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔"

"فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً" [30]

"اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر فضیلت بخشی ہے۔"

قرآن اور اسلام سے جہاد:

قرآن کریم میں مالوں اور جانوں کے ساتھ ساتھ قرآن اور اسلام سے جہاد کی تعلیم بھی ملتی ہے؛ جس کے معنی قرآن اور اسلام کے پیغام کو پھیلانے کے لیے انتھک محنت اور کوشش کے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا" [31]

"پس آپ کافروں کی بات نہ مانیں، اور ان کے ساتھ اس (قرآن) کے ذریعے بڑا جہاد کریں"

اس آیت میں ہ کی ضمیر مفسرین کے مطابق قرآن کی طرف لوٹ رہی ہے؛ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں قرآن کے ذریعے لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بلانے کی تعلیم دی گئی ہے۔ قرآن کے ذریعے راہِ خدا کی طرف دعوت کو یہاں اللہ تعالیٰ نے جہاد سے تعبیر کیا ہے، جو اس حقیقت پر واضح دلالت ہے کہ قرآن صرف قتال اور جنگ کو ہی جہاد نہیں کہتا، بلکہ اس کے نزدیک قرآن کی تعلیم و تلقین کے لیے کوشش بھی جہاد ہے۔ اس آیت میں قتال کے علاوہ جہاد مراد ہونے کی ایک محکم دلیل یہ ہے کہ یہ آیت بالاتفاق مکی ہے اور قتال کا حکم آنے سے پہلے کے دور سے تعلق رکھتی ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ہ کی ضمیر اسلام اور بعض کے نزدیک آں جناب ﷺ کی تبلیغ و دعوتِ رسالت کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی یہاں جہاد سے مراد ہے: حضور ﷺ کا دین اسلام کی اشاعت و ترویج اور اپنی رسالت کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے انتہائی محنت و کوشش کرنا۔ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر کی تحقیق کے مطابق:

"مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ اس آیت میں ' ہ ' ضمیر قرآن کی طرف لوٹ رہی ہے۔ جمہور مفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ' جلیل القدر تابعی مقاتل بن حیان ' امام ابن جریر طبری ' امام قرطبی ' امام بغوی ' امام بیضاوی ' امام ابن تیمیہ ' امام ابن کثیر ' علامہ ابن جوزی ' امام عبد الرحمن الثعالبی ' امام ابو جعفر النحاس ' ابو لیث سمرقندی ' امام نسفی ' علامہ آلوسی ' ابو الحسن الواحدی ' شیخ عبد الرحمن بن ناصر السعدی ' سید علامہ طنطاوی ' شیخ ابن عجیبہ ' علامہ زمخشری ' امام ابو سعود ' علامہ خازن ' علامہ ابن عاشور مالکی ' علامہ شنقیطی ' امام جلال الدین محلی ' سید قطب شہید ' علامہ ابو بکر الجزائری رضی اللہ عنہم اور سعودی علما کی ایک جماعت نے اس آیتِ مبارکہ میں ' ہ ' ضمیر سے مراد قرآن لیا ہے۔ بعض مفسرین مثلاً امام رازی ' ابن عادل حنبلی ' امام بقاعی رحمہم اللہ وغیرہ نے اس ضمیر سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ رسالت میں جدوجہد و انتہائی کوشش مراد لی ہے۔ جبکہ بعض مفسرین نے اس ضمیر سے مراد اسلام لیا ہے۔ ان مفسرین کی آرا نقل کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ائمہ سلف کے نزدیک اس آیت میں جہاد سے مراد قتال نہیں ہے بلکہ یہ لفظ یہاں اپنی صلاحیتیں کھپانے اور کوشش کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔"[32]

ہاتھ، زبان اور دل سے جہاد:

اسلام کے نقطۂ نظر سے جہاد کے جنگ و قتال کے علاوہ نیکی کی دعوت و تبلیغ کے لیے استعمال کی اور بھی متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً بعض احادیث میں حق کی خاطر ہاتھ، زبان اور دل سے کوشش کو بھی جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

"مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ أُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلاَّ كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِه حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَاب يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِه وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِه ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْف يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ' فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِه فَهُوَ مُؤْمِن وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِه فَهُوَ مُؤْمِن وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِه فَهُوَ مُؤْمِن وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ"[33]

"مجھ سے پہلے کسی قوم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی نبی ایسا نہیں بھیجا کہ جس کے حواری اور ایسے ساتھی نہ ہوں جو اس کے طریقے کے مطابق چلتے تھے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد کچھ ناخلف قسم کے لوگ ان کے جانشین بنتے تھے، جو ایسی باتیں کہتے تھے کہ جن پر خود عمل نہیں کرتے تھے، اور اس پر عمل کرتے تھے کہ جس پر عمل کرنے کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ تو جس نے ان (حکمرانوں) کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے؛ اور جس نے ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے؛ اور جس نے ان کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کیا وہ مؤمن ہے۔ اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے:

"جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ"[34]

"مشرکین کے ساتھ اپنی جانوں اور اپنے مالوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔"

جانوں، مالوں، قرآن، ہاتھ، زبان، دل وغیرہ کے ذریعے اسلام کی سربلندی کے لیے محنت و کوشش کی جہاد سے اس واضح تعبیر سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جہاد سے صرف جنگ و قتال مراد لینا درست نہیں۔ شریعتِ اسلامیہ کے نقطۂ نظر سے جہاد ہر وہ کوشش ہے جو اللہ کے دین اور کلمے کو بلند کرنے کے لیے کی جائے۔ آج کے دور میں جہاد کی اس صورت پر توجہ دینے کی بہت ضرورت ہے۔ مسلم ہو یا غیر مسلم اسے زبان و قلم اور قرآن و اسلام کے ذریعے اسلام کی برکات سے آگاہ کر کے اور عملی نمونے پیش کر کے اسلام کو انفرادی و اجتماعی سطح پر اپنانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسی کوشش کے نتیجے میں مسلم معاشرہ اور پوری دنیا اسلام کے رنگ میں رنگ سکتی ہے۔

حضور ﷺ کا منہج:

قیام و نفاذِ دین کے تناظر میں حضور ﷺ کے منہج کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے معاشرے اور اس کے افراد کی اصلاح اور ان میں روحِ اسلام داخل کرنے پر توجہ مبذول کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مدینے جا کر قتال کے ذریعے اسلام کی ترویج کی۔ حالاں کہ وہاں آپ ﷺ کے قتال کا مقصد کسی طبقے یا گروہ کے اندر اوپر سے بہ زورِ بازو اسلام نافذ کرنے کے لیے نہیں بلکہ ظلم و جبر کے خاتمے اور امن کے قیام کے لیے تھا۔ قرآن سے واضح ہے کہ قتال کا حکم ہی اسی تناظر میں دیا گیا تھا:

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ"[35]

"جن سے جنگ کی جاتی ہے، انھیں جنگ کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا؛ اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قدرت رکھتا ہے"

قتال کے ظلم و ستم کے خاتمے کے لیے ہونے کی ایک اور واضح دلیل یہ ہے کہ اسلام اس کا حکم ان مسلمانوں کے خلاف بھی دیتا ہے، جو ظلم و زیادتی کے مرتکب ہوں۔ ارشاد خداوندی ہے:

''وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ''[36]

''اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو۔ پھر اگر کوئی گروہ دوسرے پر ظلم کرے تو تم اس سے قتال کرو جو ظلم وزیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے''

چناں چہ جہاں بھی جنگ کے بغیر پر امن ماحول میسر آنے کی امید ہوئی، آپ ﷺ نے اپنے سخت ترین دشمنوں سے صلح اور معاہدات میں تامل نہیں کیا۔ میثاقِ مدینہ، یہودیوں سے معاہدات اور صلح حدیبیہ وغیرہ اس کی واضح مثالیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فی الواقع یہ منہج اپنایا تھا کہ دینِ اسلام اور اسلامی اخلاقیات کو لوگوں کی زندگیوں کا حصہ بنادیا جائے؛ اس لیے کہ اسی سے حکومتی اور ریاستی سطح پر اسلام کا بول بالا ممکن تھا۔ اہلِ اسلام کو چاہیے کہ وہ بھی حضور ﷺ کے اسی منہج قیامِ دین کی پیروی کریں۔

جہاں تک جنگ اور قتال کا تعلق ہے، اس کے ذریعے ظلم کا خاتمہ ضرور اسلام کی ہدایت اور اسوۂ نبوی ﷺ ہے، لیکن اس کے حوالے سے بعض لوگ اس حقیقت کو نظر انداز کر جاتے ہیں یہ کام نہ تو بے ہنگم ہے اور نہ ہی احوال وظروف کو نظر انداز کر کے۔ حضور ﷺ کا قتال نہایت حکمت وضرورت اور کامیابی کی توقع کے مطابق ہوتا تھا۔ جب کامیابی کی توقع نہ ہوتی یا حالات سازگار نہ ہوتے تو آپ ﷺ جنگ سے گریز کرتے۔ آپ ﷺ کا یہ طرزِ عمل ان لوگوں کے لیے رہنمائی کا بہت سا سامان اپنے اندر رکھتا ہے، جو یہ سمجھے بغیر بہ زورِ بازو نفاذِ دین کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ وہ پیشِ نظر حالات میں کامیابی حاصل کر بھی سکتے ہیں یا نہیں!؛ نیز ان کے اس اقدام سے دینِ اسلام کو فائدہ پہنچے گا یا نقصان! چناں چہ بہت دفعہ دین کے ایسے محب دین کے نقصان کا موجب بن جاتے ہیں۔ حضور ﷺ کا اسوہ بتارہا ہے کہ قیامِ دین کے لیے جہاد بمعنی قتال بھی ہو، لیکن ضرورت کے وقت؛ اصل جہاد دعوت ہے اور یہ ایسا جہاد ہے، جس کی ضرورت ہر وقت رہتی ہے۔ دین کا درد رکھنے والے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ اس امر پر زیادہ توجہ دیں، جس کی ضرورت مدام اور مسلسل ہے، نہ کہ اپنی صلاحیتیں اس چیز میں کھپائیں، جو وقتی اور عارضی نوعیت رکھتی ہے۔

نفاذ اور نفوذِ اسلام کی بحث:

آج نوجوانوں میں یہ فکری بحث بھی ہوتی ہے کہ اسلام نافذ کیا جاتا ہے یا یہ نفوذ کرتا ہے۔ یعنی اسلام کو اوپر سے نافذ کرنا چاہیے یا لوگوں کو اسلامی رنگ میں رنگنا چاہیے۔ ہماری اوپر کی بحث اپنے عموم میں نفوذ ہی کی مؤید ہے۔ تاہم اس حوالے سے دونوں نقطہ ہائے نظر کے حاملین کے اہم اور بنیادی استدلالات پر ایک نظر ڈال لینا مفید رہے گا:

نفوذ کا موقف رکھنے والوں کا استدلال ہے کہ اسلام اپنے آپ کو انسانی معاشروں میں نافذ نہیں کراتا بلکہ وہ معاشروں میں نفوذ کر جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسلام کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ معاشرے کے ثقافتی ڈھانچے میں اپنی رسوم اور آداب داخل کرنا شروع کرتا ہے۔ وہ اپنے دلائل سے اس کے سوچنے والے اذہان کو مسخر کرتا ہے اور اپنی اقدار پر مبنی ایک تہذیبی روایت کی داغ بیل ڈالتا ہے۔ اس کے بعد قانون کا مرحلہ آتا ہے۔ یہ مرحلہ تہذیب وثقافت سے متعلق نہیں ہوتا بلکہ تمدن کا وہ معاملہ ہوتا ہے، جس میں ہر قوم اور ہر گروہ اصولی ہدایات اسلام سے لے کر اپنے دور اور حالات کے مطابق اپنے اجتماعی نظام میں تبدیلی لاتی ہے اور قانون سازی کرتی ہے۔ یہ بات کسی نو مسلم معاشرے کے بارے ہی میں درست نہیں بلکہ ایک ایسے مسلم معاشرے کے بارے میں بھی درست ہے جو صدیوں سے غیر اسلامی تہذیب وثقافت کے زیر اثر پروان چڑھا ہو۔ پاکستانی معاشرہ بھی درحقیقت ایک ایسا ہی

معاشرہ ہے۔ یہاں پر بھی اسلام نافذ نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے قبل اس کے نفوذ کی ایک بھرپور مہم شاید کئی عشروں تک چلانا ضروری ہے۔ اس کی اقدار، روایات، رسوم و آداب کو موجودہ ثقافت کے ڈھانچے میں شامل کرنے اور اس کے فکر و نظریہ کو سوچنے والے اور اقتدار رکھنے والے طبقات کے دل و دماغ میں راسخ کرنا ہی اس وقت اصل کام ہے۔ اسلام کے اس نفوذ کے بغیر اس کے نفاذ کا خواب کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔[37]

اس کے جواب میں نفاذ کا نقطۂ نظر رکھنے والے کہتے ہیں کہ نفوذ اسلام تو اسی سے واضح ہے کہ ایک ارب مسلمان اور 50 سے زائد اسلامی ممالک دنیا میں موجود ہیں، لوگ اجتماعی زندگی میں اس پر عمل پیرا بھی ہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اسلام نافذ نہیں۔ انبیا کا طرز عمل بھی نفاذ ہی کا رہا، کم و بیش ایک لاکھ 24 ہزار انبیا چاہتے تو انفرادی عبادات سے جنت کما سکتے تھے، لیکن ان کو اسلام کے نفاذ کے لئے بھیجا گیا تھا، نہ کہ مصلے بچھا کر دعائیں کرنے کے لئے۔ کیا کروڑوں لوگ صبح قرآن نہیں پڑھتے، کیا کروڑوں لوگ نماز نہیں پڑھتے، کیا انفرادی زندگی میں ذکر واذکار نہیں کرتے، کیا گڑگڑا کر اپنی آخرت کی دعائیں نہیں کرتے۔؟ قربانی نہیں کرتے؟ کیا کروڑوں لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے، حج نہیں ادا کرتے؟ یقین کریں باطل کو ہماری نمازیں بہت پسند ہیں، ہمارے حج بھی پسند ہیں، ہماری سجی ہوئی مساجد اور بارونق پروگرامات بھی پسند ہیں، لیکن ان کو مسئلہ صرف ان لوگوں سے ہے جو نفوذ کی بجائے نفاذ کا نعرہ لے کر اٹھتے ہیں۔[38]

نفوذ کے جواب میں نفاذ کا یہ نقطۂ نظر ظاہر ہے کہ نہایت سطحی ہے۔ اس لیے کہ جن اسلامی چیزوں کے نفوذ کا حوالہ دے کر اسلام کے نفوذ کی موجودگی کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، ان کے نفوذ کے باوجود کوئی معقول آدمی ہمارے مسلم معاشرے کو اچھا اور اسلامی اخلاقیات و کردار کا حامل اسلامی معاشرہ قرار نہیں دے سکتا۔ مطلب یہ کہ جس چیز کو اسلام کا نفوذ سمجھا جارہا ہے، وہ فی الواقع اسلام کا نفوذ نہیں ہے، بلکہ اس کے چند ظاہری رسوم و اعمال کا ان کی روح اور حقیقت کو سمجھے اور اس پر عامل ہوئے بغیر نفوذ ہے۔ یہ نفوذ نہیں، حقیقی نفوذ کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

دعوت و اصلاح اور سیاسی جدوجہد:

نفاذِ اسلام کے حوالے سے ایک نقطۂ نظر سیاسی جدوجہد کے ذریعے اقتدار حاصل کر کے نفاذِ دین کا ہے۔ بعض لوگ اسے قیامِ دین کے لیے نہایت اہم خیال کرتے اور اس سے پہلو تہی کو دین کا نقصان سمجھتے ہیں۔ جب کہ بعض اس سے اختلاف رکھتے اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ اہلِ مذہب کو سیاسی جدوجہد سے اجتناب کرتے ہوئے دعوت و اصلاح پر توجہ مرکوز رکھنی چاہیے۔ ہمارے نزدیک مذہبی شناخت رکھنے والے لوگ بھی چونکہ معاشرے کا حصہ ہیں اور اپنے اصلاح کے وژن کے مطابق سیاسی جدوجہد کے ذریعے اقامتِ دین کی کوشش کا حق رکھتے ہیں، لہٰذا سیاسی جدجہد کو ان کے لیے شجرِ ممنوعہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ہاں انھیں اس کے لیے مناسب حکمت عملی اپنانے کی ضرورت کو سامنے ضرور رکھنا چاہیے؛ ہمارے یہاں کی مذہبی سیاسی جماعتوں میں جس کا، ہمارے خیال میں، بہت فقدان ہے۔ بہ الفاظِ دیگر ہمارے خیال میں حکومتی وریاستی سطح پر اسلامی احکام کی عمل داری کی جدوجہد بھی اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے، البتہ اسے نفوذِ اسلام کی محنت و کوشش ہی کے طرز پر زیادہ فوکس رکھنا چاہیے۔

بہر حال جو جو جدوجہد بھی ہو پر امن اور دعوت و اصلاح کے اصول پر ہونی چاہیے۔ قتال و خروج کا جہاں تک تعلق ہے، اس کا موجودہ مسلم معاشروں میں کوئی جواز نہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ قتال بھی اس وقت درست ہے، جب ضرورت کے تحت، یعنی ظلم و جبر

کے خاتمے کی غرض سے ہو اور وہ بھی اجتماعی نظم وریاست کے تحت۔ انفرادی یا گروہی سطح پر ایسی کوئی بھی کوشش شرعی اعتبار سے بھی غلط ہے اور نتائج و عواقب کے لحاظ سے بھی اسلام اور مسلمانون کے لیے نقصان دہ۔

دعوت و اصلاح کے لیے جدوجہد کے حوالے سے زیر نظر بحث میں اہلِ اسلام کے سامنے ہر وقت انبیائے کرام کا اسوہ رہنا چاہیے۔ انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیا بھیجے وہ سب امن کے داعی اور خلوص کے پیکر تھے۔ انھوں نے اپنے خلوص، اپنے بہترین اخلاق، اپنے صدق و امانت کے ذریعے دشمنوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ انبیاے کرام کو راہِ حق میں بے شمار تکالیف برداشت کرنا پڑیں مگر ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مسجد نبوی کے کونے میں اسلام کی پہلی اقامتی درس گاہ صفہ قائم فرمائی۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ کی تعلیم دی اور پھر انھیں دنیا کے مختلف علاقوں میں دعوت دین کے لئے روانہ کیا۔ انھوں نے مختلف علاقوں میں اللہ کی وحدانیت اور دیگر اسلامی عقائد و احکام کے لیے محنت کی؛ قرآن و حکمت کی تعلیم دی؛ ان کی روحانی اصلاح کی؛ اور یوں لوگ دینِ اسلام پر قائم ہوئے اور اسلام کچھ ہی سالوں میں کئی لاکھ مربع میل تک پھیل گیا۔

خلاصہ بحث:

کتاب و سنت اور سیرتِ طیبہ دین کے قیام و نفاذ اور ترویج و اشاعت کے حوالے سے دعوت و اصلاح کے مؤید ہیں۔ زور زبردستی کے ذریعے نفاذِ اسلام غیر شرعی بھی ہے اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے سخت نقصان دہ بھی۔ موجودہ مسلم معاشروں میں خروج کا طرز عمل اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی کا باعث بنا ہے۔ اس کا اسلام سے کسی طرح کا کوئی جواز نہیں نکالا جا سکتا۔ اقامت و ترویجِ اسلام کے تناظر میں دعوت و اصلاح کا منہج اختیار کرنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ اسلام لوگوں میں نفوذ کرے اور ان کی پوری زندگی میں اسلامی کردار و اخلاقیات کی جھلک نظر آنے لگے۔ دعوت و ترویجِ دین کے بنیادی اسلامی ضوابط، داعی کے اوصاف و خصائل، دعوت و تبلیغ سے متعلق تاکیدی احکام، جہاد اور منہج دعوت و اصلاح، دعوت و اصلاح اور سیاسی جدوجہد سے متعلق مذکورہ بالا نکات سے واضح ہے کہ دین کی ترویج و نفاذ کا صحیح اسلامی منہج دعوت و اصلاح ہی ہے۔ یہی منہج اللہ کے تمام نبیوں نے اختیار کیا۔ آج بھی دینِ اسلام کی دعوت و ترویج کے لئے بہترین رویہ یہی ہے کہ قرآن و سنت کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کی جائے؛ ان کی روحانی تربیت کی جائے؛ ان کی اخلاقی حالت کو سدھارا جائے تاکہ لوگ اخلاقی برائیوں کو ترک کر دیں اور اسلامی اصول و احکام کی پیروی کریں۔ نفاذ ہی درکار ہے تو اس طریقے سے اسلام کا نفاذ بھی ہو جائے گا اور ترویج بھی ہو گی اور ترویج کا سلسلہ جاری بھی رہے گا۔

حواشی و حوالہ جات:

[1] سورۃ النحل: 125

[2] سورۃ آل عمران: 159

[3] طٰہٰ: 44 سورۃ

[4] سورۃ آل عمران: 64

[5] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ماکان النبی یتخولھم بالموعظۃ، حدیث نمبر: 69، دار ابن کثیر، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولی، طبعۃ جدیدۃ، 2002ء، ص 30

[6] سورۃ الغاشیہ: 21-22

[7]سورۃ الکہف: 29

[8]سورۃ آل عمران:20

[9]سورۃ الانعام: 108

[10]سورۃ لقمن:17

[11]نووی، یحیی بن شرف، الاربعون النوویۃ، حدیث نمبر:19، تحقیق: قصی محمد نورس الحلاق، انور بن ابی بکر الشیخی، دار لمنہاج، بیروت، لبنان، 2009ء، ص72

[12] سورۃ الاعراف:199

[13] سورۃ البقرہ:44

[14] سورۃ الکہف: 6

[15] سورۃ الزمر:8

[16] سورۃ یوسف:108

[17] سورۃ الشعراء: 109

[18] سورۃ محمد:7

[19]سورۃ الحج: 67

[20]سورۃ حم السجدہ:33

[21]سورۃ آل عمران:110

[22] سورۃ الحج: 41

[23] سورۃ الذاریات: 55

[24] سورۃ ق:45

[25]مسلم، ابی الحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیشابوری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، حدیث نمبر: 49، دار طیبہ، ریاض، الطبعۃ الاولی، 2006ء، 1/41-42۔

[26]ترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف ونھی عن المنکر، حدیث نمبر:2169، تحقیق: ابراھیم عطوہ عوض، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، القاہرہ، الطبعۃ الثانیۃ، 1975ء، 5/468

[27] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، حدیث نمبر:3461، ص857

[28]سورۃ التوبہ: 88

[29] سورۃ الحجرات: 15

[30]سورۃ النساء: 95

[31]سورۃ الفرقان:52

[32]محمد زبیر، ڈاکٹر حافظ، عصر حاضر میں تکفیر، خروج، جہاد اور نفاذِ شریعت کا منہج، مکتبہ رحمۃ للعالمین، لاہور، 2013ء ص248۔

[33] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان النھی عن المنکر من الایمان، حدیث نمبر 50، 1/42

[34]ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن اَبی داؤد، کتاب الجھاد، باب کراہیۃ ترک الغزو، حدیث نمبر:2504، تحقیق: شعیب الارنووط، محمد کامل قرہ البللی، دار الرسالۃ العالمیۃ، بیروت، لبنان، طبعۃ خاصۃ، 2009ء، 4/159

[35] سورۃ الحج: 39

[36] سورۃ الحجرات:9

[37] یوسفی ، ریحان احمد ،اسلام کا نفاذ یا نفوذ، 14/02/2016ء- http://www.mubashirnazir.org/PD/Urdu/PU05-0007-Impose.htm

[38] Islam the only solution, اسلام کا نفاذ یا نفوذ.14/02/2016 ,

https://www.facebook.com/IslamIsTheOnlySolutionToWorldPeace/posts/1038642369483846